AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اَحکام صلوٰۃ اورآثارِ صحابہ جمع و تحقیق اور تعلیق (محققین کی خدمات کا تعارف و تجزیہ)

The Compilation of the Athar of the Sahabah Relating to Salaat: An Introductory and Analytical Study of Scholarly Contributions

* **محمد اکرم:** پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور، پاکستان۔
* **ڈاکٹر سید عالم جمال:** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور، پاکستان۔

Abstract

This research critically examines the "Ahkam-e-Salat and Asar-e-Sahabah (Compilation, Verification, and Annotation)," focusing on the pivotal role of the Companions of the Prophet ﷺ in shaping Islamic jurisprudence, especially concerning the rulings of Ṣalāh (ritual prayer). Following the Qur'an and authentic Sunnah, the Aasar of the Ṣaḥābah (Companions) constitute the third fundamental source of Islamic law. This thesis endeavors to systematically collect, authenticate, and annotate relevant narrations attributed to the Companions regarding various aspects of Ṣalāh, assessing their jurisprudential authority and weight.The study rests on the premise that the Companions, as the closest and most trustworthy recipients of the Prophet's ﷺ teachings, represent the most spiritually and intellectually elevated generation after him. Their profound understanding, derived either directly from the Prophet ﷺ or through independent juristic reasoning (ijtihād), provides critical insights into the practical application of Islamic law. Despite the abundance of Aasar related to Ṣalāh scattered throughout classical ḥadīth and fiqh literature—such as the Musannafāt, Sunan, and Masānīd—these narrations have not received equivalent scholarly attention in terms of thematic compilation, rigorous authentication, and comparative analysis .This research addresses that scholarly gap by systematically organizing these Aasar, scrutinizing their chains of transmission, and comparing them with Prophetic traditions and later juristic positions. The study's importance is further heightened by contemporary challenges to traditional Islamic scholarship, including the denial of ḥadīth authority and misinterpretations of foundational texts, which call for a renewed engagement with the authentic legacy of the earliest generations .Ultimately, this thesis demonstrates how the Aasar of the Companions serve not only as authoritative sources for deriving legal rulings but also as instruments of intellectual unity among diverse Islamic schools of thought. It affirms the indispensable role of the Companions' legal heritage in understanding and implementing Islamic law, particularly in the domain of ritual worship, underscoring the necessity of preserving and revitalizing this rich intellectual tradition for both academic inquiry and contemporary practice.

Keywords: *Ahkam-e-Salat, Asar-e-Sahabah, Ṣalāh rulings, Islamic jurisprudence, authentication, annotation, Companions of the Prophet, Hadith studies, fiqh.*

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تعارف:

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت اور فلاح کے لیے ہر دور میں انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا، اور جب نبی آخر الزمان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین کی حیثیت سے مبعوث فرمایا، تو آپ ﷺ کو دینِ اسلام کی عالمگیر دعوت کے ساتھ دنیا میں بھیجا۔ اس دینِ حق کی تبلیغ، تنفیذ اور اقامت کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ایک ایسی جماعت عطا فرمائی جو للّٰہیت، اخلاص، تقویٰ، زہد، ایثار اور صداقت جیسی عظیم صفات سے متصف تھی۔ یہ جماعت جو تاریخ میں "صحابۂ کرام" کے نام سے پہچانی جاتی ہے، نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوئی، اور رسول کریم ﷺ کے اقوال و افعال، سکوت و تقریر اور عملی سیرت کا براہِ راست مشاہدہ کرنے والی پہلی اور معتبر ترین جماعت بنی۔ ان نفوسِ قدسیہ نے نہ صرف دینِ اسلام کی تعلیمات کو امانت و دیانت کے ساتھ قبول کیا، بلکہ ان کو اسی اخلاص، فہم اور بصیرت کے ساتھ امت محمدیہ تک پہنچایا۔ چنانچہ دین اسلام کے تمام بنیادی مصادر: قرآن و سنت، انہی کے توسط سے امت کو منتقل ہوئے، اور انہی کی فہم و تطبیق کی روشنی میں امت نے ان مصادر سے رہنمائی حاصل کی۔ اس لیے صحابہ کرامؓ کے اقوال، فتاویٰ، فیصلے اور عملی تعاملات، جنہیں مجموعی طور پر آثارِ صحابہؓ کہا جاتا ہے۔

اسلامی فقہ، اصولِ اجتہاد اور فہمِ شریعت میں ہمیشہ سے ایک مؤثر، مستند حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فقہی ابواب میں سے "صلوٰۃ" کا باب نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ عبادات کی صحت و قبولیت اسی پر موقوف ہے۔ اس باب سے متعلق صحابہ کرامؓ کے آثار کو منظم، تحقیقی اور موضوعاتی انداز میں پیش کرنا، جہاں فقہی تفہیم میں گہرائی پیدا کرتا ہے، وہیں امت کو راہِ اعتدال کی طرف رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر جامع اور فنی تحقیق کا فقدان ہے، جس کی تکمیل کی ایک کوشش یہ مقالہ ہے۔

اسی پس منظر میں، اس تحقیق میں دو امور کو خاص طور پر مد نظر رکھا گیا ہے:

1. آثارِ صحابہؓ کی روشنی میں امت کے سامنے ایسا متوازن موقف پیش کیا جائے جو فقہی اختلافات میں وحدتِ فکر کا ذریعہ بنے، اور افراط و تفریط سے بچاؤ کے لیے معاون ثابت ہو۔

2. احکام صلوٰۃ سے متعلق راجح و مرجوح اقوال کے مابین امتیاز قائم کرتے ہوئے، نبوی تعلیمات کے درست مفہوم تک رسائی میں آثارِ صحابہؓ کو دلیل و رہنمائی کے طور پر اختیار کیا جائے۔

یہ تحقیق اس لیے بھی اہم ہے کہ عصرِ حاضر میں فکری انتہا پسندی، فرقہ واریت، اور حدیث و سنت سے انکار جیسے فتنوں کے سدباب کے لیے آثارِ صحابہ ؓ کا منہجی مطالعہ ایک مضبوط علمی و فکری جواب فراہم کرتا ہے۔

تعارف موضوع:

قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کے بعد فقہی احکام کا تیسرا اہم اور مستند ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بنیادی طور پر دو اقسام پر مشتمل ہیں:

پہلی قسم: وہ آثار جو غیر مدرک بالقیاس ہیں، یہ آثار بلاشبہ مرفوع حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر آثار کی یہ قسم درست سند کے ساتھ ثابت ہو جائے تو ان کو قبول کر کے ان پر عمل کرنا حدیث پر عمل کرنے کے مترادف ہے۔

دوسری قسم: وہ آثار ہیں جو مدرک بالقیاس ہیں، اس قسم کے آثار میں جہاں یہ امکان موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول کریم ﷺ کی زبان نبوت سے سنے ہوں گے، تو اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اپنی علمی اور اجتہادی صلاحیت کی بنیاد پر قرآن وحدیث سے ان مسائل کا استنباط کیا ہو۔

آثار کی یہ دوسری قسم اگر مستند طریقے سے ہم تک پہنچ جائے تو ان کا مرتبہ بھی بلاشبہ بعد کے فقہی اجتہادات سے بالا وبرتر ہے اور ہوگا، نیز ان پر عمل پیرا ہونا قیاس پر عمل کرنے سے بہتر ہے اور تا قیامت بہتر رہے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی علمی اور فقہی ہر زمانے میں مسلم رہی ہے۔ اس بناء پر محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں احادیثِ مرفوعہ کے ساتھ ساتھ آثارِ صحابہ کو یکجا کرنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ سنن، مسانید اور مصنفات کی مستند کتابوں میں آثارِ صحابہ کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن ان آثار پر تحقیق اور تعلیق کے حوالے سے تشنگی بہر حال موجود ہے۔ نیز متقدمین کے زمانے سے آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے موضوع پر مستقل تصنیف و تالیف کا بھی اس طرح اہتمام نہیں کیا گیا جس طرح تفسیر، حدیث اور فقہ کے موضوعات پر تصنیف و تالیف کا اہتمام ہوا ہے۔ اس لیے زیر نظر مقالے میں آثارِ صحابہ کی اہمیت اور افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی ابواب میں سے "کتاب الصلوۃ" پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار جمع کر کے ان کی تحقیق اور تعلیق کرنے کی کوشش کی گئی ہے نیز ان آثار سے مستنبط ہونے والے مسائل اور دیگر شرعی نصوص کے ساتھ ان آثار کے تقابل کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔

صحابی کی لغوی واصطلاحی تعریف

لغوی تعریف: لفظ "الصحابة" مصدر ہے، جس کے معنی ہیں "صحبہ اور صحبت رکھنے والا"۔ اس سے لفظ صحابی، صاحب اور جمع میں اصحاب یا صحب آتا ہے۔[1]

اصطلاحی تعریف: نزہۃ النظر میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: " وهو من لقي النبي ﷺ مؤمنا به، ومات على الإسلام"[2] "ہر وہ شخص کہ جو نبی کریم ﷺ کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ آپ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی موت بھی اسلام پر ہوئی ہو۔"

الکفایۃ فی علم الروایۃ میں ہے سعید بن مسیبؒ نے اسے مزید وضاحت دیتے ہوئے کہا: (الصحابة لانعدهم إلا من أقام مع رسول الله ﷺ سنة أو سنتين، وغزا معه غزوة أو غزوتين)[3] "صحابی وہ ہے جو کم از کم ایک یا دو سال نبی ﷺ کے ساتھ رہا، یا ایک، دو غزوات میں شریک ہوا۔"

صحابہ کرام کے مراتب

صحابہ کرام میں درجات کا تعین ان کی خدمات، قربانیوں اور اسلام قبول کرنے کے وقت کے لحاظ سے ہوا:

* وہ لوگ جو ابتدائی دور میں مکہ میں ایمان لائے۔

[1] تيسير مصلح الحديث، محمود الطحان ، دكتور، ص: 243
[2] نزهة النظر، ابن حجر، ص: ۱۴۰
[3] الكفاية فی علم الرواية، خطيب البغدادي، 1/ ۱۹۰، ۱۹۱

* دار الندوۃ والے۔
* حبشہ کی ہجرت کرنے والے۔
* پہلی بیعت عقبہ میں شریک۔
* دوسری بیعت عقبہ میں شریک۔
* پہلے مہاجرین جو وادی قباء میں آئے۔
* غزوہ بدر میں شریک۔
* حدیبیہ میں بیعت کرنے والے۔
* حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ہجرت کرنے والے۔
* فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے۔
* بچے جو حضور ﷺ کو فتح مکہ یا حجۃ الوداع میں دیکھے۔

یہ مراتب صحابہ کے فضائل، قربانیوں اور درجات میں فرق کو ظاہر کرتے ہیں، قرآن و حدیث میں انکے درجے بیان کیے گئے ہیں، جیسا کہ:﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لاَ يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُوْلٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾(الحديد: 10)
"اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے۔" امام حاکمؒ نے اپنی کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں صحابہ کرام کو بارہ درجات میں تقسیم کیا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔[4]

صحابہ کرام کا عدل وعدالت

تمام اہل سنت و جماعت کے علماء، فقہاء اور محدثین کے مطابق تمام صحابہ کرام عادل ہیں، فتح الباری میں امام ابن حجر فرماتے ہیں:
الصحابة كلهم عدول" "صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں۔"

امام طحاویؒ فرماتے ہیں:(ونحب أصحاب رسول الله ﷺ ولانفرط في حب أحد منهم، ولانتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم، وبغير الخير يذكرهم، ولانذكرهم إلا بخير، وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان)[5]"اور ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ سے محبت رکھتے ہیں، ان میں سے کسی کی محبت میں افراط و تفریط نہیں کرتے اور نہ کسی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، اور ہم ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو اُن میں سے کسی سے بغض رکھے یا ان کو ناروا الفاظ سے یاد کرے۔ ان سے محبت رکھنا دین وایمان اور احسان ہے، اور ان سے بغض رکھنا کفر و نفاق اور طغیان ہے۔"

---

[4] مستدرک الحاکم ، رقم: 22 - 24
[5] مشکل الآثار، الطحاوی ، رقم: 66

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

العواصم من القواصم میں ہے، امام ابوزرعہ الرازیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صحابہ میں سے کسی کی مخالفت کرے، وہ زندیق کے زمرے میں آتا ہے، کیونکہ صحابہ نے قرآن وسنت کی تعلیم پہنچائی اور ان پر جرح کرنا دین کی حقیقت کے انکار کے مترادف ہے۔[6]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور احترام ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد ہے۔ ان کی صحبت اور ان کے فضائل قرآن و سنت میں واضح ہیں اور ان کے درجات و مراتب میں فرق موجود ہے، جیسا کہ سابقہ حصے میں بیان ہوا۔ یہ نصوص واضح کرتی ہیں کہ صحابہ کے احترام اور محبت میں اعتدال دین کا حصہ ہے۔ ان کی تنقید یا حقارت کفر و نفاق کے مترادف ہے۔

اثر کا معنی و مفہوم

اثر کا لغوی معنی: عربی لغت میں "اثر" کے معنی ہیں: نشان، علامت یا باقیات۔

ابن منظور لکھتے ہیں: "الأَثَرُ: العَلامَةُ تبقى من الشيء" [7] "اثر وہ علامت ہے جو کسی چیز سے باقی رہ جائے۔"

اثر کا اصطلاحی معنی محدثین کے نزدیک

النکت علی ابن صلاح میں ہے، امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "الأثر ما أُثر عن السلف" [8] "اثر وہ ہے جو سلف سے منقول ہو۔"

فقہاء کے نزدیک: امام جصاص لکھتے ہیں: "والأثر هو ما روي عن الصحابة والتابعين" [9] "اثر وہ ہے جو صحابہ و تابعین سے روایت کیا جائے۔"

مفسرین و اصولیین کے نزدیک: الاتقان فی علوم القرآن میں ہے، امام سیوطی لکھتے ہیں: "والأثر ما ورد عن السلف في التفسير" [10] "اثر وہ ہے جو تفسیر میں سلف سے منقول ہو۔"

تعریفات کا خلاصہ

اثر کا معنی محدثین کے نزدیک کبھی حدیث، کبھی اقوالِ سلف ہوتا ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک اثر سے مراد صحابہ و تابعین کے آثار ہیں اور ہمارا مقصود یہی معنیٰ ہے اور مفسرین کے نزدیک اثر سے مراد تفسیر میں منقولاتِ سلف ہیں۔

صحابہ کے آثار سے استدلال کا حکم

صحابہ کرامؓ کے اقوال کی حجیت یعنی اُن کے فتاویٰ جات یا آراء کو شرعی دلیل کے طور پر تسلیم کرنے کا مسئلہ دراصل علمائے اصولِ فقہ کا موضوع ہے نہ کہ علمِ حدیث کی کتابوں کا۔ اصولیین کے ہاں یہ مسئلہ اُن دلائل میں شامل ہے جن میں مختلف اقوال و آراء پائی جاتی ہیں اور اہلِ فن کے نزدیک یہ ایک مشہور بحث ہے۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ "قولِ صحابی" سے کیا مراد ہے، الجامع لمسائل اصول الفقہ میں قول صحابی کی تعریف یوں کی گئی ہے: " ما نقل إلينا عن أحد أصحاب رسول الله ﷺ من فتوى، أو قضاء، أو عمل، أو رأي، أو

[6] ابو بکر ابن الغربي ، رقم: 36
[7] لسان العرب، ابن منظورافریقی، رقم: 5/4
[8] ابن حجر ، رقم: 162/1
[9] ابوبکر الجصاص، رقم: 52/1
[10] الاتقان فی علوم القرآن ، جلال الدین سیوطی ، رقم:475/2

مذهب في حادثة لم يرد حكمها في نص، ولم يحصل عليها إجماع "[11]"قول صحابی سے مراد ہر وہ بات ہے جو کسی صحابیِ رسول ﷺ سے منقول ہو، خواہ وہ فتویٰ کی صورت میں ہو، یا فیصلے کی شکل میں، یا عمل، یا رائے، یا کسی پیش آمدہ مسئلے میں اُن کا مذہب یا موقف۔ اور وہ معاملہ ایسا ہو جس کے بارے میں کوئی صریح نص موجود نہ ہو اور نہ اس پر اجماع منعقد ہوا ہو۔"

اقوالِ صحابہ کی قدر و منزلت

اسلامی ائمہ وفقہاء نے اقوالِ صحابہ کی عظمت و اہمیت کو واضح طور پر تسلیم کیا ہے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب المدخل الی السنن الکبریٰ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:" إذا جاء عن النبي ﷺ فعلى الرأس والعين، وإذا جاء عن أصحاب النبي نختار من قولهم، وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم" [12]"اگر کوئی بات نبی ﷺ سے ثابت ہو تو وہ سر آنکھوں پر، اور اگر صحابہ سے کوئی بات منقول ہو تو ہم اُن کے اقوال میں سے اختیار کرتے ہیں، اور اگر تابعین کے اقوال آئیں تو ہم اُن سے بھی بحث و اجتہاد کرتے ہیں۔"

سفیان ثوریؒ نے جب امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول سنا تو فرمایا:" نسمع الشديد من الحديث فنخافه، ونسمع اللين منه فنرجوه، ولا نحاسب الأحياء، ولا نقضي على الأموات، نسلم ما سمعنا، ونكل مالا نعلم إلى عالمه ونتهم رأينا لرأيهم"[13]"ہم سخت احادیث سنتے ہیں تو اُن سے ڈرتے ہیں، نرم احادیث سنتے ہیں تو اُن سے امید رکھتے ہیں۔ ہم زندوں کا محاسبہ نہیں کرتے، اور مُردوں پر فیصلہ نہیں دیتے۔ جو بات سنتے ہیں، اسے تسلیم کرتے ہیں، اور جو نہیں جانتے اُسے اُسکے عالم کے حوالے کرتے ہیں، اور اپنی رائے کو اُن (صحابہ) کی رائے کے مقابلے میں متہم سمجھتے ہیں۔"

امام بیہقیؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:"والذي قال سفيان الثوري من (أنَّا نتهم رأينا لرأيهم) إن أراد بهم الصحابة إذا اتفقوا على شيء أو الواحد منهم إذا انفرد بقول ولا مخالف له نعلمه منهم، فقد قال كذلك بعض أصحابنا رضي الله عنهم، وإن اختلفوا فلا بد من الاجتهاد في اختيار أصح أقوالهم"[14]"اگر سفیان ثوریؒ کی مراد یہ ہے کہ ہم اپنی رائے کو اُس وقت متہم سمجھتے ہیں جب صحابہ کسی مسئلے پر متفق ہوں یا کسی ایک صحابی کا قول منفرد ہو اور اس کے مخالف کوئی اور نہ ہو، تو ہمارے بعض اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ اگر اُن میں اختلاف ہو تو پھر ان کے اقوال میں سے راجح کو اختیار کرنا لازم ہے۔"

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الرسالہ میں صحابہ کے اقوال کے بارے میں لکھا ہے:"إذا تفرّقوا فيها نصير إلى ما وافق الكتاب أو السنة أو الإجماع أو كان أصح في القياس، وإذا قال الواحد منهم القول لا نحفظ عن غيره منهم فيه له موافقة ولا خلافاً صرت إلى إتباع قول واحدهم إذا لم أجد كتاباً ولا سنة ولا إجماعاً، ولا شيئاً في معناه يحكم له بحكمه أو وجد معه قياس" [15]"اگر صحابہ کے اقوال مختلف ہوں تو ہم اُس قول کو اختیار کرتے ہیں جو قرآن، سنت، اجماع یا صحیح قیاس کے زیادہ موافق ہو۔ اور اگر کسی ایک صحابی کا قول منقول ہو اور دوسرے

[11] عبدالکریم النملة ، رقم ص: 380
[12] البيهقي، رقم ص:111
[13] البيهقي، رقم ص:204
[14] البيهقي، رقم ص:204
[15] الشافعی ، رقم ص: 596 ، 597

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کسی سے نہ موافقت ہو نہ مخالفت، تو ہم اُس کے قول کی پیروی کرتے ہیں بشرطیکہ اس کے خلاف کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع یا صحیح قیاس نہ ہو۔"

مجد دین امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب المسودہ فی اصول الفقہ میں امام احمد بن حنبلؒ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

"ما أجبت في مسألة إلا بحديث عن رسول الله ﷺ إذا وجدت في ذلك السبيل إليه، أو عن الصحابة أو عن التابعين، فإذا وجدت عن رسول الله ﷺ لم أعدل إلى غيره، فإذا لم أجد عن رسول الله ﷺ فعن الخلفاء الأربعة الراشدين المهديين، فإذا لم أجد عن الخلفاء، فعن أصحاب رسول الله ﷺ الأكابر فالأكابر من أصحاب رسول الله ﷺ فاذا لم أجد فعن التابعين وعن تابعي التابعين، وما بلغني عن رسول الله ﷺ حديث بعمل له ثواب إلا عملت به رجاء ذلك الثواب ولو مرة واحدة" [16] "میں نے کسی مسئلے میں کبھی جواب نہیں دیا مگر اس وقت جب مجھے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث ملی ہو۔ اگر اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا راستہ پاتا ہوں تو اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث نہ ملے تو میں خلفائے راشدین میں سے کسی کا قول اختیار کرتا ہوں۔ اگر خلفائے راشدین سے بھی کچھ نہ ملے تو میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بزرگ ترین اصحاب کے اقوال کی طرف رجوع کرتا ہوں، ایک کے بعد دوسرے بڑے کی طرف۔ اگر وہاں سے بھی کچھ نہ ملے تو تابعین اور تبع تابعین کے اقوال دیکھتا ہوں اور جو بھی حدیث رسول اللہ ﷺ سے مجھے ایسی پہنچی جس میں کسی عمل پر ثواب کا وعدہ ہو، تو میں نے اس عمل کو ضرور کیا، اس ثواب کی امید میں، خواہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔"

امام ابن القیمؒ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے:

"سلف صالحین کے آثار اور صحابہؓ کے فتاویٰ سے فتویٰ دینا جائز ہے، اور ان پر عمل کرنا متأخرین کے اقوال سے زیادہ درست اور حق کے قریب ہے؛ کیونکہ جتنا زمانہ رسول ﷺ کے عہد کے قریب ہو گا، اتنا ہی اُس کے اقوال زیادہ صواب کے قریب ہوں گے۔[17]

آگے جا کر فرمایا: "وأئمة الإسلام كلهم على قبول قول الصحابي" [18] "تمام ائمہ اسلام قولِ صحابی کے قبول کرنے پر متفق ہیں۔"

قولِ صحابی کی حجیت کے دلائل

امام ابن القیمؒ نے اعلام الموقعین میں اس بارے میں بڑی تفصیل سے دلائل و توجیہات ذکر کی ہیں اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا ہے۔ دوسری طرف امام شاطبیؒ نے بھی الموافقات میں یہی مؤقف اختیار کیا ہے کہ صحابہ کی سنت بھی ایک ایسی سنت ہے جس پر عمل واجب ہے اور جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔[19]

اُن کے دلائل میں سے چند درج ذیل ہیں:

نبی ﷺ کے ارشادات میں صحابہ کی اتباع کا حکم:

[16] مجد الدين ابن تيمية، رقم ص: 301
[17] ابن القيم ، رقم : 576/4
[18] ابن القيم ، رقم : 583/4
[19] الموافقات، الشاطبی ، 1424ھ ، رقم: 446/4 - 463

نبی ﷺ نے فرمایا:(فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، تمسّكوا بها وعضّوا عليها بالنواجذ)[20] "تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔"

اسی طرح فرمایا:(تفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة، كلها في النار إلا واحدة، قالوا: ومن هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي) (الترمذی ، 1395ھ ، رقم: 2640)"میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سب جہنم میں ہوں گے سوائے ایک کے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوں گے۔"

فضیلتِ صحابہ پر نصوص:

نبی ﷺ کا فرمان ہے:(خَيرُ النَّاسِ قَرْنِي) (البخاري، 1414ھ ، رقم: 2509)"سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔" اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا:(أنتم خير أهل الأرض) [21]"تم زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔"

صحابہ کا مشاہدہ اور براہِ راست شرکت:

امام شاطبی نے الموافقات میں فرمایا: وہ نبی ﷺ کے ساتھ تمام واقعات، احکام اور وحی کے نزول کے عینی شاہد تھے، لہٰذا اُنہیں ایسے قرائن و اسباب کا علم تھا جن تک بعد والوں کی رسائی ممکن نہیں۔ اس لیے اُن کی رائے و فہم کا اعتبار کرنا لازم ہے، کیونکہ "الشاهد يرى ما لا يرى الغائب" "دیکھنے والا وہ دیکھتا ہے جو غیر حاضر نہیں دیکھ سکتا۔"[22]

یہ تمام دلائل اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ صحابہؓ کے اقوال شریعت میں حجت و قابلِ استدلال ہیں، جب تک کہ اُن کے خلاف کسی صحابی کا قول یا واضح نص موجود نہ ہو۔

صحابہ کے آثار سے استدلال کا منہج

جب ہم یہ بات جان چکے کہ "قولِ صحابی" حجت ہے—یہی صحیح قول ہے—اور یہی موقف زیادہ تر سلف صالحین اور ائمۂ مجتہدین کا ہے، اگرچہ اکثر اصولیوں اور ان کے پیروکاروں نے اس سے اختلاف کیا ہے، تو اب ہم مختصر طور پر اس معاملے سے متعلق چند بنیادی مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو علما نے بیان کی ہیں۔

اگر قولِ صحابی ایسی بات پر مشتمل ہو جس میں رائے یا اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو وہ قول حکمًا مرفوع کے درجہ میں ہو گا، جیسا کہ اصولِ حدیث میں طے ہے۔ ایسا قول قیاس پر مقدم ہوتا ہے اور نص کی تخصیص کا باعث بن سکتا ہے، بشرطیکہ وہ صحابی اسرائیلی روایات لینے میں معروف نہ ہو۔ بیشتر اصولیوں نے اس منہج کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

[20] الترمذی ، 1395ھ ، رقم: 2676
[21] البخاري، 1414ھ ، رقم: 4154
[22] الشاطبی، 1424ھ ، رقم: 128/4

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اگر قولِ صحابی ایسی بات میں ہو جس میں رائے کی گنجائش ہو، لیکن اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہو جائے تو یہ بالا جماع حجت ہے، کیونکہ یہ صحابہ کے اجماع میں داخل ہے، جو بعد کے ادوار کے اجماع کی بنیاد ہے۔

اگر قولِ صحابی ایسی بات میں ہو جس میں رائے کی گنجائش ہو اور اس پر اجماع بھی نہ ہو تو اس کی چند صورتیں ہیں:

(1)ایک صحابی کا دوسرے صحابی پر قول

ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر حجت نہیں اور اس پر علماء کا اجماع ہے، جیسا کہ ابنِ عقیل نے شرح الکوکب المنیر میں نقل کیا ہے۔ (ابن عقیل ، 1424ھ ، رقم: 422/4)

(2)ایک صحابی کا قول اگر پھیل گیا اور کسی نے اس کی مخالفت نہ کی

تو اسے اجماعِ سکوتی کہا جاتا ہے، اور یہ اکثر علماء کے نزدیک حجت ہے۔

(3)ایک صحابی کا قول اگر زیادہ مشہور نہ ہوا

تو وہ قیاس پر مقدم ہو گا اور یہی موقف چاروں ائمہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ) کا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ان تمام صورتوں کو ایک جامع انداز میں بیان کیا ہے، ان کا یہ قول مجموع الفتاوی میں موجود ہے:

"اگر صحابہ کے اقوال مشہور ہو جائیں اور انکار کے بغیر رائج ہوں تو وہ جمہور علماء کے نزدیک حجت ہیں اور اگر ان میں اختلاف ہو تو فیصلہ اللہ اور رسول کی طرف لوٹایا جائے گا۔ کسی ایک صحابی کا قول، دوسرے کی مخالفت کے ہوتے ہوئے، اجماعی طور پر حجت نہیں۔ البتہ اگر کسی صحابی نے کوئی قول کہا، کسی نے اس کی مخالفت نہ کی اور وہ زیادہ مشہور بھی نہ ہوا، تو اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء، مثلاً امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد (مشہور روایت کے مطابق) اور امام شافعی (اپنے ایک قول میں) اس کو حجت مانتے ہیں۔"[23]

ضرورت واہمیت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین متین کے اولین حاملین اور رسول اللہ ﷺ کے مخلص جانثار تھے۔ جو آپ ﷺ کے اقوال و اعمال کو بنظر غائر دیکھتے تھے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی سعی بھی کرتے تھے۔ جنھوں نے دین اسلام کی اشاعت، حمایت اور حفاظت کے اپنے جان ومال، عزت وناموس، راحت وآرام اور تعلق و وطن کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ اور امت محمدیہ کے مابین دینِ اسلام کے نقل وروایت کے اولین، بہترین اور معتبر ترین واسطہ ہیں۔ دینِ اسلام کے اس اولین واسطے کو اللہ تعالیٰ نے عدالت، امانت، صداقت، ثقاہت اور نقاہت کے ساتھ بایں طور موصوف ومزین فرمایا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اس جماعت کی نظیر ومثیل پیش کرنے سے پوری انسانی تاریخ قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا اس جماعت کے اخلاص، للّٰہیت، تقویٰ اور ہدایت یافتہ ہونے کا اعلان فرمایا، نیز ان کے لیے اپنی رضامندی اور ان سے سرزد ہونے والی لغزشوں پر معافی کا اعلان فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں بارہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب بیان فرمائے اور امت کو ان کے ساتھ عقیدت، احترام اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی تلقین فرمائی۔

[23] مجموع الفتاوی ، ابن تیمیة ، 1425 ھ ، رقم: 14/20

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ان تمام امور کی اصل وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دینِ اسلام کا اولین اور اساسی واسطہ ہیں، اگر بالفرض اس واسطہ میں شک، خیانت، کذب یا فسق کا شائبہ یا تہمت بھی پیدا ہو جائے تو دینِ متین جس نقل کی بنیاد پر ہی امت تک پہنچا ہے اس کی پہلی کڑی زنگ آلود ہو جائے گی اور جس سے دین کی بنیاد ہی متزلزل ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ دین دشمن طاقتیں زمانۂ قدیم سے اس پاکیزہ جماعت کی طہارت، عدالت، امانت، صداقت اور عظمت کے درپے ہیں، اور مختلف حیلوں بہانوں سے امت کو ان سے برگشتہ کرنے اور ان کی اہمیت ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

عصر حاضر میں جہاں انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی عالم گیری اور فراوانی سے انسانی دنیا ایک عالمی گاؤں کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، یہ دین دشمن طاقتیں جدید وسائل کو استعمال کرتے ہوئے جدت اور مہارت کے ساتھ امت کی نئی نسل کو گمراہ کرنے، الحاد اور دین بیزاری میں مبتلا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ دوسری طرف جدید نسل اب منطق، دلیل اور حقیقت کی طلب گار ہیں۔ اب وقت کا تقاضا ہیں کہ اس نئی پود کو اپنا نقطۂ نظر سمجھانے کے لیے عقیدت اور جذبات سے گزر کر مادیت اور افادیت کے دلائل کے ساتھ مطمئن اور قائل کیا جائے، ورنہ خاکم بدہن وہ دن دور نہیں کہ دینِ اسلام بھی یہودیت اور عیسائیت کی طرح ایک نظری اور کتابی دین بن کر عملی زندگی سے نکل کر عبادت خانوں تک محدود ہو جائے گا۔

اسی تناظر میں دین اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہمیت اور افادیت کو نئی نسل کے سامنے رکھنا اور دلائل کے ساتھ پیش کرنا از حد ضروری ہے۔ اب وقت آچکا ہے کہ امت کے جدید اذہان کو قائل کیا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوئی دیومالائی طبقہ نہیں، بلکہ یہ لوگ علم و عمل اور صداقت وامانت کے پیکر تھے، ان کی علمیت، فقاہت اور ثقاہت بے مثال تھی، ان کے اقوال اور افعال امت کے لیے حجت اور ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کی سیرت و کردار کا مطالعہ کر کے ان کی اتباع اور ان کے علوم کی پیروی عصر حاضر کے لاینحل مسائل کا بہترین حل ہے۔ اس سلسلے میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا فقہی اور تشریعی پہلو بلاشبہ حد درجہ اہمیت کا حامل ہے، جس پر جدید خطوط سے مطالعہ و تحقیق یقیناً عصرِ حاضر اور نسلِ جدید کے لیے ایک اہم دینی، روحانی اور نظریاتی ضرورت ہے۔

قرآن و سنت کے بعد شریعت کا تیسرا ماخذ اجتہاد ہے، اور اجتہاد کے باب میں سب سے مستند اور عظیم اجتہاد صحابہ کرام کا ہے۔ لہذا ان کے اجتہادات منضبط، مرتب مدون کرنا اور اس کا تجزیہ و تحلیل کرنا فہم دین کی بنیادی ضرورت ہے۔ اسی طرح ائمہ مذاہب اربعہ کے اجتہادات کو سمجھنے کے لیے ان کے باہمی اختلافات کو سمجھنا از حد ضروری ہے، جن میں ایک بنیادی اساس ان کے اساتذہ کے اختلافات ہیں، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے ایک یا دو واسطے سے اساتذہ ہیں، لہذا آثار صحابہ پر جتنی گہرائی اور گیرائی سے نظر ہو گی اتنا ہی فقہ کو اچھے طور سے سمجھنا آسان ہو گا اور صحیح شرعی معنی تک پہنچنے، علمی اختلافات سمجھنے اور جدید مسائل میں اجتہاد کرنے کی لیاقت پیدا ہو گی۔ آخر میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں دین کو براہ راست قرآن و سنت سے اخذ کرنے کا اندھا رجحان روایتِ دین کے انکار کا پیش خیمہ ثابت ہونے لگا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہم قرآن و حدیث کے نصوص کی ایسی تشریحات اور تاویلات دیکھ رہے ہیں جو ماضی میں کبھی سننے میں نہیں آئیں۔ ایسے میں روایتِ دین کے پہلے اور اساسی منہج آثار کو سمجھنے کی اہمیت پہلے سے زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔

الحاصل:

قرآن و سنت کے بعد صحابہ کے اقوال و افعال شریعت کے بنیادی مصادر میں شمار ہوتے ہیں، کیونکہ وہ دین کے اولین راوی اور عملی نمونہ تھے۔ ان کے آثار دو اقسام پر مشتمل ہیں: ایک وہ جو غیر مدرک بالقیاس ہیں اور مرفوع حدیث کے حکم میں آتے ہیں، اور دوسرے وہ جو مدرک بالقیاس ہیں اور صحابہ کے اجتہادات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں یہ آثار بعد کے فقہی اجتہادات پر فوقیت رکھتے ہیں۔ تحقیق میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ آثارِ صحابہ کی جمع و تدوین کا کام تفسیر، حدیث اور فقہ کی طرح منظم انداز میں نہیں ہوا، لہٰذا ان پر نظرِ ثانی اور نئے تناظر میں تجزیہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس ضمن میں موضوعِ تحقیق کے طور پر احکام طہارت کو منتخب کیا گیا ہے تاکہ صحابہ کے آثار سے مستنبط مسائل کی تخریج، تحقیق اور عصری تطبیق کی جا سکے۔ اس عمل سے نہ صرف فقہی اصولوں میں وضاحت پیدا ہوگی بلکہ معاصر فکری و عملی مسائل کے حل میں بھی رہنمائی حاصل ہوگی۔ مزید برآں، یہ تحقیق اس پہلو کو بھی نمایاں کرتی ہے کہ دین دشمن عناصر صدیوں سے صحابہ کی عدالت و ثقاہت پر حملہ آور ہیں، اور آج کے جدید فکری و الحادی چیلنجز میں یہ رجحان مزید شدت اختیار کر چکا ہے۔ لہٰذا نئی نسل کو عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ یہ باور کرانا لازم ہے کہ صحابہ کرام نہ صرف دین کے امین اور عادل تھے بلکہ ان کے آثار آج بھی امت کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔ اس تحقیق کے متوقع نتائج میں فقہ میں اتحادِ امت کی راہیں کھولنا، فرقہ وارانہ تعصبات کو کم کرنا، اور حدیث و فقہ کے فہم میں نئی روشنی ڈالنا شامل ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

ماضیٔ بعید اور عصر حاضر میں بھی آثار صحابہ کی جانب اہل علم نے کسی حد تک توجہ کی ہے، اور اصحاب علم و قلم مختلف عناوین اور موضوعات کے تحت آثار صحابہ پر تحقیق کر چکے ہیں، نیز صرف آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان پر فقہی حوالے سے تحقیق ایسا موضوع ہے جس پر سابقہ ادوار میں باقاعدہ کوئی کام نہیں ہوا، البتہ عصر حاضر میں اس جانب بھی کسی نہ کسی پہلو پر جزوی کام ہوا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے:

* محققین کی کتابوں میں آثار صحابہ کے نقل میں احادیث مرفوعہ کی طرح چھان پھٹک کا اہتمام نہیں کیا گیا، بلکہ بہت سارے ایسے آثار بھی نقل کیے ہیں جو احادیث مرفوعہ کے لیے صاحب کتاب کے مقرر کردہ اصول وضوابط پر پورے نہیں اترتے۔
* ان کتابوں میں آثار صحابہ کے لیے مکمل سند بیان کرنے کا التزام نہیں کیا گیا، بلکہ عموماً صرف صحابی یا اس سے نقل کرنے والے تابعی کے نام پر اکتفاء کیا گیا ہے، جس کو اصول حدیث کی اصطلاح میں تعلیق کہتے ہیں، مذکورہ بالا کتابوں میں وارد آثارِ صحابہ کا بہت سارا مواد تعلیقی روایات کی شکل میں ہے۔
* حضرات محدثین میں نے تصحیح و تضعیف اور راویوں کے بارے میں تحقیق و تفتیش کے حوالے سے بھی آثارِ صحابہ کو احادیث مرفوعہ جیسی اہمیت نہیں دی، بلکہ محققین نے ہر ہر اثر کے تمام راویوں پر جرح یا تعدیل کی تحقیق کے بجائے اختصار سے کام لیا ہے۔

* امام دار قطنی، امام بیہقی اور امام ابن حزم جیسے بعض حضرات نے اگر چہ نے اپنی اپنی کتابوں میں بعض آثار پر پر حکم لگایا ہے، لیکن اس حوالے سے زیادہ گہرائی سے کام نہیں لیا، ان کی تحقیق پر تعقب وتنقید کی کافی گنجائش موجود ہے۔

ماضئ قریب اور عصر حاضر میں بھی آثار صحابہ کی جانب اہل علم نے کسی حد تک توجہ کی ہے، اور اصحاب علم و قلم مختلف عناوین اور موضوعات کے تحت آثار صحابہ پر تحقیق کر چکے ہیں۔ نیز صرف آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کرکے ان پر فقہی حوالے تحقیق ایسا موضوع ہے جس پر سابقہ ادوار میں کام نہیں ہوا، البتہ جدید دور میں اس جانب بھی کسی حد توجہ کی جارہی ہے، ذیل میں اس حوالے سے چند جدید تحقیقات پیش خدمت ہیں:

" آثار الصحابة كتاب الصلاة"

یہ مبارک بن عبدالعزیز بن صالح زہرانی کا ایم فل کا مقالہ ہے، جو انہوں نے دکتور غالب بن محمد الحامضی کی زیر نگرانی مکمل کیا ہے۔ مذکورہ مقالہ جامعہ ام القریٰ کے کلیۃ الدعوۃ واصول الدین کے کتاب والسنہ فیکلٹی سے 1423ھ / 2003ء کو ایم فل کی ڈگری کے لیے منظور کیا گیا۔ اس مقالے میں کتاب الاذان تا باب من کرہ الصلاۃ فی ثوب واحد تک کے تحت آنے والے آثار صحابہ کو جمع کرکے ان کے اسانید کی تحقیق کا اور فقہی تفصیل و تشریح کا اہتمام کیا گیا ہے۔

آثارِ صحابہ کی تحقیق اسلامی فقہی ذخیرے میں ایک نہایت اہم مقام رکھتی ہے، کیونکہ ان آثار سے نہ صرف صحابۂ کرام کے فہمِ دین کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ فقہی مذاہب کے استدلالی طریقِ کار کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

تحقیقی اسلوب میں یکسانیت اور تنوع کی کمی

مبارک بن عبدالعزیز بن صالح الزہرانی کا مقالہ "**آثَارُ الصَّحابةِ كِتابُ الصَّلاةِ**" اگرچہ آثارِ صحابہ کو جمع کرنے کے عمل میں ایک قابلِ قدر کوشش ہے، تاہم اس کی تحقیقی ساخت میں یکسانیت غالب ہے۔ ہر اثر کے ذیل میں محض اس کی سند اور متن درج کر دیا گیا ہے، جس سے تحقیق ایک روایتی (نقلی) انداز سے آگے نہیں بڑھ پاتی۔ فقہی تناظر، اصولی اہمیت، یا استنباطی افادیت جیسے پہلو نظر انداز ہو گئے ہیں اور اس کے نتیجے میں تحقیق فقہ و اصول کے کسی علمی میدان میں کوئی مستقل گہرائی پیدا نہیں کر پاتی۔ مثال کے طور پر، حضرت عبد اللہ بن مسعودτ سے مروی اثر: (إِذَا تَوَضَّأَ فَأَدَارَ الْمَاءَ عَلَى مِرْفَقَيْهِ فَقَدْ أَجْزَأَهُ) (آثار الصحابة في الصلاة، ص 41، رقم: 12) زہرانی نے اس اثر کو صرف نقل کیا، سند کو "حَسَن" قرار دیا اور کسی فقہی یا اصولی تناظر میں اس کا مطالعہ پیش نہیں کیا۔ اسی طرح کے دیگر آثار بھی محض نقل و توثیق کی سطح تک محدود رکھے گئے۔

اس کے برعکس یہ تحقیق "احکام طہارت اور آثار صحابہ" میں صرف سندی معیار پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہر اثر کو اس کے فقہی، اصولی اور استدلالی سیاق میں رکھ کر تجزیہ کیا ہے۔ ان آثار کو نہ صرف بطور فقہی نص بلکہ اصولی استدلال کے منبع کے طور پر بھی پیش کیا گیا ہے۔

راقم کی تحقیق کا اسلوب محض نقلِ روایت یا سند شناسی پر منحصر نہیں، بلکہ اس میں تنقید، تحلیل اور تطبیق جیسے علمی عناصر بھرپور طریقے سے شامل ہیں۔ یہی تنوع اسے صرف ایک "مجموعہ آثار" کے بجائے ایک "فقہی و اصولی مطالعہ" کا درجہ دیتا ہے، جو قاری کو علمی بصیرت فراہم کرتا ہے۔ زہرانی کا مقالہ، برعکس اس کے، تحقیق کے اس بلند معیار تک رسائی حاصل نہیں کرسکا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اصولی جہات پر سکوت

زہرانی کا مقالہ "آثار الصحابة كتاب الصلاة" اگرچہ آثار کو یکجا کرنے اور سندی تحقیق کے لحاظ سے ایک مفید کاوش ہے، تاہم اس میں آثارِ صحابہ کی اصولی حیثیت پر مکمل سکوت اختیار کیا گیا ہے، جو ایک فکری و علمی خلا کو جنم دیتا ہے۔ مثال کے طور پر، یہ سوال کہ کیا صحابی کا قول بذاتِ خود حجت ہے یا نہیں؟ اس پر کوئی مستقل یا تفصیلی کلام نہیں ملتا۔ نہ ہی یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کون سے آثارِ صحابہ قیاس پر مقدم ہوتے ہیں اور کون سے محض تفسیری یا اجتہادی نوعیت کے حامل ہیں؟ ان تمام اہم اصولی سوالات کو زہرانی نے نظر انداز کیا ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ سے مروی اثر: (لَا وُضُوءَ عَلَى مَنْ نَامَ قَائِمًا) [24]

صرف نقل کر دیا گیا ہے اور اس کے استدلالی یا اصولی پہلو پر گفتگو نہیں کی گئی، حالانکہ یہ اثر اُس اصول پر دلالت کرتا ہے جسے فقہاء "اَلْحُكْمُ يَدُوْرُ مَعَ عِلَّتِهِ وُجُودًا وَ عَدْمًا" کے تحت بیان کرتے ہیں، یعنی وضو کا حکم نیند کی کیفیت سے مشروط ہے نہ کہ محض نیند کے واقع ہونے سے۔

اس کے برعکس اس تحقیق میں اصولی مباحث کو مقدم رکھا گیا ہے اور پورے باب کے ساتھ اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔ نتیجتاً، راقم کی تحقیق نہ صرف آثار کی سندی حیثیت کو واضح کرتی ہے، بلکہ ان کی اصولی حجیت، فقہی تطبیق اور استدلالی قوت کو بھی مدلل انداز میں سامنے لاتی ہے، جو تحقیق کے تنوع اور گہرائی کا مظہر ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو زہرانی کے مقالے سے نمایاں طور پر غالب ہے اور جس سے راقم کی یہ تحقیق علمی اعتبار سے مضبوط تر اور فقہی لحاظ سے قابلِ عمل ٹھہرتی ہے۔

موضوعاتی ترتیب اور فقہی تفہیم کی

زہرانی کے مقالے "آثار الصحابة كتاب الصلاة" میں اگرچہ مقالہ الصلاۃ کے ذیلی فقہی ابواب کے تحت آثار کو جمع کیا گیا ہے، جیسے باب: فضل الصلاة، شروط الصلاة، صفة الصلاة وغیرہ، تاہم ان ابواب کی فقہی ترتیب، باہمی ربط اور موضوعاتی گہرائی پر کوئی مستقل یا واضح توضیح نظر نہیں آتی۔ ہر باب میں آثار کو محض روایتی انداز میں نقل کر دیا گیا ہے، بغیر اس کے کہ ان کا آپس میں کیا فقہی تعلق ہے یا وہ کس اصول یا مسئلے پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً: باب من نام في الصلاة میں حضرت علیؓ کا اثر (من نام قائمًا فلا وضو عليه) [25] کو محض درج کر دیا گیا ہے، مگر نہ اس سے فقہائے کوفہ و مدینہ کے اختلاف کی وضاحت کی گئی، نہ ہی اس کی تطبیق نیند کی کیفیت یا حالت پر کی گئی، اور نہ باب کا تمہیدی جائزہ موجود ہے۔

اس کے برخلاف راقم کی تحقیق "احکام طہارت اور آثار صحابہ" میں ابواب الطہارت جیسے: باب المياه، باب الآنية، باب إزالة النجاسة، باب الاستنجاء، باب الوضوء، باب الغسل، باب التيمم وغیرہ کو فقہی ترتیب سے منظم کیا گیا ہے، جیسا کہ کتبِ فقہ "بدائع الصنائع، المغنی، المجموع" میں ترتیب پائی جاتی ہے۔ ہر باب کی ابتدا میں اس باب کی شرعی اہمیت، استنباطی دائرہ کے فہم کو علمی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

[24] آثار الصحابة، ص: 121، رقم: 164
[25] آثار الصحابة، ص: 121، رقم: 164

اس ترتیب و تنظیم کا مقصد صرف آثار کو جمع کرنا نہیں، بلکہ انہیں ایک منہج اور فقہی تناظر میں پیش کرنا ہے تاکہ قاری کو یہ سمجھ آسکے کہ فلاں باب میں صحابہ کے آثار سے کن اصولی و فروعی مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے نتیجے میں راقم کی تحقیق نہ صرف علمی ترتیب و تنظیم کا نمونہ بنی ہے، بلکہ فقہی تدبر، اصولی بصیرت اور استدلالی وضاحت کی حامل بھی ہے، جو زہرانی کی ترتیب کے مقابلے میں کہیں زیادہ قابلِ استفادہ اور مفید ہے۔

سندی تحقیق کی مختصر تخریج و حکم، نقد و تعلیل کی کمی

زہرانی کا مقالہ "آثار الصحابة كتاب الصلاة" اگرچہ آثارِ صحابہ کی اسنادی تحقیق پر مشتمل ہے، تاہم اس تحقیق میں نقدِ رجال، تعلیلِ روایت اور تقابلِ اسانید کا کمی ہے۔ عمومی طور پر کسی اثر کے تحت راوی کا محض یہ ذکر کر دینا کہ وہ "ثقہ" ہے یا "مجہول" ہے، اسنادی گہرائی کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ایک اثر (كان إذا دخل المسجد قال: السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين) (آثار الصحابة، ص: 143، رقم: 202) کے تحت صرف اس کی سند کا خلاصہ درج کر کے خاموشی اختیار کی گئی ہے، جبکہ اس اثر کے متعدد طرق موجود ہیں اور بعض میں انقطاع یا راوی کے ضعف کا احتمال بھی پایا جاتا ہے، جس پر زہرانی نے نقد نہیں کیا۔

اس کے برعکس اس تحقیق "احکام طہارت اور آثار صحابہ" میں ہر اثر کے تحت نہ صرف سند کی درجہ بندی کی گئی ہے، بلکہ اس میں تعلیل، قرائن، اور رواۃ کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ یوں یہ تحقیقی بصیرت اور فنی معیار کا مظہر ہے، جو ہر اثر کی حقیقی علمی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ یہ پہلو زہرانی کے مقالے میں مفقود ہے، جس کی وجہ سے وہاں آثار کی علمی درجہ بندی محض سطحی انداز میں نظر آتی ہے۔

فقہی استنباط کی عدم وضاحت

زہرانی کا مقالہ "آثارُ الصَّحابَةِ كِتابُ الصَّلاةِ" میں جمع کیے گئے آثار کو محض روایتی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے، جنہیں بطور فقہی استدلال استعمال کرنے کی کوئی واضح کوشش نظر نہیں آتی۔ فقہاء نے آثارِ صحابہ سے مختلف مواقع پر استنباط کیا ہے، مگر زہرانی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ کس فقہی مکتبِ فکر نے کن آثار کو دلیل بنایا اور ان دلائل کا اصولی دائرہ کیا تھا۔ چنانچہ آثار کو محض متنی نقول کے طور پر پیش کرنا، ان کی اجتہادی و استنباطی قدر کو مجروح کر دیتا ہے۔

مفصل پیراگراف، عربی اعراب اور مکمل حوالہ جات کی طرف عدم توجہ

زہرانی کا مقالہ "آثارُ الصَّحابَةِ كِتابُ الصَّلاةِ" اگرچہ روایتوں کی تخریج کے میدان میں ایک اچھی کاوش ہے، تاہم اس کی مصادری وسعت محدود نظر آتی ہے۔ عام طور پر صرف مشہور کتبِ حدیث جیسے صحیحین، سننِ اربعہ اور کبھی مصنف ابن ابی شیبہ تک تخریج کی گئی ہے۔ متعدد مقامات پر نادر و اہم مصادر جیسے مصنف عبد الرزاق، السنن الکبری للبیہقی، یا آثار الصحابہ از قاسم بن ثابت سے استدلال نہیں کیا گیا، حالانکہ ان میں بعض آثار کے مکمل طرق یا تقویتی شواہد موجود تھے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تحلیلِ آثار یا تعاملِ صحابہ پر تجزیہ کی کمی

زہرانی کے مقالے میں اگرچہ آثارِ صحابہ کو ابوابِ فقہ کے تحت منظم انداز میں پیش کیا گیا ہے، لیکن اکثر مقامات پر یہ آثار سیاق وسباق سے کٹے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ نہ ان کے پس منظر کی وضاحت کی گئی ہے، نہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا یہ اثر کسی معین موقع یا سوال کے جواب میں آیا تھا۔ مزید بر آں، ان آثار کا عہدِ نبوی، یا دیگر صحابہ و تابعین کے فہم سے ربط و مناسبت بیان نہیں کی گئی، جس سے ان کی علمی معنویت کمزور پڑ جاتی ہے۔

استقراء و تتبع میں جامعیت کی کمی

زہرانی کے مقالے کا اختتامیہ اگرچہ آثارِ صحابہ کی اہمیت اور مجموعی افادیت پر روشنی ڈالتا ہے، لیکن اس میں تحقیقی مواد کا تجزیاتی خلاصہ تقریباً مفقود ہے۔ اختتامی سطور میں صرف عمومی تاثر اور روایتی الفاظ کی تکرار ہے، جیسے کہ یہ آثار اہم ہیں، فقہ میں ان کا دخل ہے وغیرہ، مگر یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ کون سے آثار کس درجہ کے اصولی یا فقہی نتائج کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ نہ ہی کسی قسم کی موضوعی درجہ بندی یا نتائج کی منطقی ترتیب نظر آتی ہے، جس سے قاری کو تحقیق کے نتیجے میں پیدا ہونے والے علمی نکات پر ایک مکمل و مربوط نظر نہیں ملتی۔

اس کے علاوہ راقم نے آئندہ محققین کے لیے علمی سفارشات بھی پیش کی ہیں، مثلاً: آثار کے مزید مخطوطات کی تلاش، موضوعاتی استقراء، آثار کے ردو قبول میں اصولی ضوابط کا تعین، وغیرہ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ راقم کا اختتامیہ تحقیق کا مکمل خلاصہ، تجزیہ، اور سمت نما بھی ہے، نہ کہ صرف اختتامی کلمات۔

زیرِ بحث دونوں مقالات اپنی جگہ علمی خدمات ہیں، تاہم "احکام طہارت اور آثار صحابہ" نے تحقیقی اسلوب، اصولی بصیرت، اور فقہی شعور کے اعتبار سے نمایاں برتری حاصل کی ہے۔ جہاں "آثار الصحابہ مقالہ الصلاۃ" محض جمع و ترتیب اور جزوی تحقیق تک محدود ہے، وہاں راقم کا مقالہ اصولِ حدیث، اصولِ فقہ اور فقہی تطبیق کے جامع امتزاج سے مزین ہے۔ یہی امتیاز اسے عصرِ حاضر کی علمی ضروریات کے مطابق ایک قابلِ قدر اضافہ بناتا ہے۔

" آثار الصحابة في أبواب الطهارة"

یہ عبداللہ بن محمد بن منصور آل الشیخ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، جو انہوں نے شیخ عباس اور شیخ وصی اللہ بن محمد کی زیر نگرانی مکمل کیا ہے۔ مذکورہ مقالہ جامعہ ام القریٰ کے کلیہ الدعوۃ واصول الدین کے کتاب والسنۃ فیکلٹی سے 1927ء کو پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے منظور کیا گیا۔ اس مقالے میں کتاب الطہارت سے متعلق آثار صحابہ کو جمع کر کے ان کے اسانید کی تحقیق کا اہتمام کیا گیا ہے۔ البتہ فقہی حوالے سے ان آثار کی تشریح اور تفصیل کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

فقہی مسائل میں صحابہ کرام کے اقوال، افعال اور اجتہادات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ وہ براہ راست رسول کریم ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت تھے۔ "احکام طہارت اور آثار صحابہ" کی تدوین اور تحقیق کا عمل فقہی استدلال میں بنیادی ماخذ فراہم کرتا ہے، خصوصاً عبادات جیسے طہارت کے باب میں۔

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

عبد اللہ بن محمد بن منصور آل الشیخ کا مقالہ "آثار الصحابۃ فی أبواب الطہارۃ" اس میدان میں ایک عمدہ کاوش ہے، جس میں آثار کی جمع و تحقیق کا پہلو غالب ہے۔ تاہم اس مقالے میں فقہی استنباط اور اصولی تجزیے کی گنجائش باقی رہ گئی ہے۔

موضوع کی وسعت اور دائرہ کار

آل الشیخ کا مقالہ "آثار الصحابة فی أبواب الطهارة" میں مصنف نے صرف مقالہ طہارت سے متعلق آثارِ صحابہ کو جمع کیا ہے۔ ان آثار کی اسنادی تحقیق کی گئی ہے، لیکن موضوعاتی وسعت محدود رکھی گئی ہے۔ فروعی مسائل، صحابہ کے فقہی میلانات یا ان کے اجتہادی زاویے پر کم توجہ دی گئی ہے۔ جبکہ مقالہ ہٰذا میں آثارِ صحابہ کو محض جمع ہی نہیں کیا گیا بلکہ انہیں فقہی ابواب میں منظم کر کے اس پر مفصل تجزیہ بھی پیش کیا گیا۔ نیز، فقہائے صحابہ کے رجحانات، اختلافی آراء اور ان کے اصولی رویوں کا تقابلی جائزہ بھی شامل ہے، جس سے تحقیق کو گہرائی اور افادیت ملی ہے۔ مثلاً: تیمم کے بارے میں عبد اللہ بن مسعود کا اثر ہے: **(أَنَّهُ قَالَ:إِذَا لَمْ يَجِدْ الْمَرْءُ الْمَاءَ وَلَا التُّرَابَ، فَلْيُصَلِّ)**[26] اس اثر میں فقہی اضطرار اور قاعدہ "کمی الطهورين" پر اجتہادی رجحان نمایاں ہے، جس کی روشنی میں صحابہ کے مختلف موقف پیدا ہوئے، مثلاً بعض کے نزدیک ایسی صورت میں نماز ادا کی جائے اور بعد میں اعادہ کیا جائے، جب کہ بعض کے نزدیک اصلاً نماز ساقط ہے۔

اسی طرح عمار بن یاسرؓ کا فرمان ہے: **(إِنَّمَا كَفَاكَ هَكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ، وَنَفَضَهُمَا، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ)**[27] اس اثر پر ہماری تحقیق میں تفسیر فقہی نقطہ نظر سے کی گئی ہے کہ آیا یہ اثر رفعِ حدث کے لیے ہے یا محض تعلیمِ طریقتِ تیمم کے لیے ہے۔

آل الشیخ کے مقالے میں مقالہ الطہارت کا دائرہ بعض موضوعات تک محدود رہ گیا ہے جیسے حدث، وضوء اور جنابت، جب کہ اس تحقیق میں غسل، استنجا، تیمم، پانی کی اقسام، نواقض اور غیر معمولی حالات جیسے تمام ابواب کو شامل کیا گیا ہے۔

فقہی تجزیہ و تطبیق کی کمی

عبد اللہ بن محمد بن منصور آل الشیخ کا مقالہ "آثار الصحابۃ فی أبواب الطہارۃ" تدوینی و تخریجی لحاظ سے قابل قدر کوشش ہے۔ انہوں نے طہارت سے متعلق صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو روایت در روایت بڑی محنت سے جمع کیا ہے اور ان کی اسنادی حیثیت کو جانچنے میں معیاری اصولوں کی پیروی کی ہے۔ تاہم، ایک محقق صرف اسناد پر اکتفا نہیں کر سکتا، خاص طور پر جب معاملہ فقہی ذخیرے سے متعلق ہو۔ آثارِ صحابہ صرف اس لیے اہم نہیں کہ وہ مرفوع روایات سے قریب ہیں، بلکہ اس لیے بھی کہ ان سے استنباطِ احکام کا دروازہ کھلتا ہے۔ آل الشیخ کا مقالہ اس پہلو سے ایک نمایاں کمی کا شکار ہے۔

ان کے پیش کردہ متعدد آثار محض سند و متن کے ذکر تک محدود رہے۔ ان کے فقہی اثرات، محلِّ نزاع، یا ان آثار کو مختلف فقہی مکاتب میں کس طرح قبول یا رد کیا گیا، ان سب پہلوؤں کو بالعموم نظر انداز کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر "مسح علی الخفین" کے مسئلے

[26] مصنف ابن أبي شيبة، رقم: 1235،آل الشيخ، آثار الصحابة في أبواب الطهارة، ص 223
[27] البخاري، رقم:347،آل الشيخ، آثار الصحابة في أبواب الطهارة، ص 192

میں سیدنا علیؓ سے مروی اثر:(لو كانَ الدِّينُ بالرَّأيِ، لكانَ أَسْفَلُ الخُفِّ أَوْلى بالمَسْحِ مِن أَعْلاهُ، وقد رأيتُ رسولَ اللهِﷺ يمسحُ على ظاهِرِ خُفَّيهِ) [28] یہ اثر آل الشیخ نے نقل تو کیا ہے لیکن اس کا فقہی تجزیہ پیش نہیں کیا۔

اسی طرح تیمم کی بابت حضرت عمرو بن عاصؓ کا اجتہاد ہے:(فَتَيَمَّمْتُ ثُمَّ صَلَّيْتُ بأصحابِي، فَلَمَّا قَدِمْنَا على رسولِ اللهِﷺ ذَكَروا ذلكَ له، فقال: يا عمرو، صَلَّيْتَ بأصحابِكَ وأنتَ جُنُبٌ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بالذي مَنَعَنِي مِنَ الاغْتِسالِ، وقلتُ: إني سَمِعْتُ اللهَ يقولُ: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ [النساء: 29]، فَضَحِكَ النبيُّ ﷺ ولَمْ يَقُلْ شيئًا) (أبو داود، كتاب الطَّهارة، باب إذا خافَ الجُنُبُ على نَفْسِهِ أنْ يَهلِكَ تَيَمَّمَ، حديث:334،آل الشيخ،ص:267-268) یہ اثر آل الشیخ نے تخریج کے ساتھ نقل کیا ہے، مگر یہ وضاحت نہیں کہ اس سے بعد کے فقہاء نے کیا استدلال کیا؟ آیا رسول اللہ ﷺ کا سکوت اجازہ پر دلالت کرتا ہے؟ یا یہ محض تحمّلِ نبوی کی مثال ہے۔

جبکہ اس تحقیق میں ان تمام پہلوؤں کو خاص توجہ کا مرکز بنایا گیا ہے۔ ہر اثر کے بعد نہ صرف اس کا سیاق وسباق بیان کیا گیا بلکہ اس سے پیدا ہونے والے فقہی مسائل کا اصولی جائزہ لیا گیا ہے، اور صحابہ کے موقف کی تطبیق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثال کے طور پر، وضو میں نیت کی شرط کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کا قول:(عن ابنِ عبّاسٍ رضيَ اللهُ عنهما قال: "إنَّما الوُضُوءُ ممَّا خرجَ وليسَ مِنَ النِّيَّةِ) (ابن أبي شيبة، المصنَّف، كِتاب الطَّهارة، باب مَن قال لا وُضُوءَ إلّا ممّا خَرَج، رقم: 115، آل الشيخ، ص: 212)

جبکہ ابن عمرؓ سے منقول قول:(أَنَّهُ كانَ لا يَتَوَضَّأُ إِلَّا بِنِيَّةٍ، وكانَ يَقولُ: لا يُقْبَلُ عمَلٌ إِلَّا بِنِيَّةٍ) [29] ان آثار کا تقابلی تجزیہ کرتے ہوئے اس تحقیق نے واضح کیا ہے کہ کس طرح ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کی تعبیرات نے مختلف فقہی مکاتب کو نیت کے باب میں مختلف استنباط کی طرف رہنمائی دی۔

یہ طریقہ کار نہ صرف قارئین کو فقہی تفہیم میں مدد دیتا ہے بلکہ آثارِ صحابہ کی افادیت کو محض تاریخی بیانات سے نکال کر عصرِ حاضر کے فقہی مکالمے میں شامل کرتا ہے۔ یہ گہرائی آل الشیخ کے مقالے میں محسوس نہیں ہوتی، جو کہ علمی ترقی کی راہ میں ایک جزوی رکاوٹ ہے۔ یہ تحقیق اس رکاوٹ کو ختم کرتے ہوئے ایک ہمہ گیر اور فقہی تطبیقی ماڈل پیش کرتی ہے، جس میں آثار کو صرف روایت نہیں بلکہ استدلال واستخراج کا منبع سمجھا گیا ہے۔

اسلوب موازنہ کی کمی

آل الشیخ کے مقالے میں آثارِ صحابہ کو عمدہ ترتیب کے ساتھ نقل تو کیا گیا ہے، لیکن اس کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں موازناتی اسلوب تقریباً ناپید ہے۔ محض روایات کو جمع کرنے اور ان کے مصادر واسناد کی تصدیق پر اکتفا کیا گیا ہے، جبکہ ایک ہی مسئلے میں مختلف صحابہ کے اقوال کو باہم تقابل کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا۔ نہ یہ بتایا گیا کہ کون سا قول دوسرے کے مخالف ہے اور نہ یہ واضح کیا گیا کہ صحابہ میں سے کس نے کس اثر سے استدلال کیا۔ ایسے طرزِ تحریر میں قاری کو محض معلومات تو فراہم ہوتی ہیں، لیکن نہ اس میں علمی گہرائی پیدا ہوتی ہے اور نہ اجتہادی بصیرت ابھرتی ہے۔

---

[28] أبو داود، كتاب الطَّهارة، باب المسحِ على الخفِّ، حديث: 162، آل الشيخ، آثار الصحابة في أبواب الطهارة، ص: 341

[29] عبدالرزاق،المصنف، مقالة الطهارة، باب النية في الوضوء، رقم: 308، آل الشيخ،ص: 213

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس کے بر خلاف اس مقالے میں موازناتی انداز نمایاں ہے۔ ہر اہم فقہی مسئلہ جس میں صحابہ کے مختلف اقوال منقول ہیں، وہاں ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے ان کے درمیان تطبیق، ترجیح، یا اختلاف کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً: وضو کے بعد اعضائے بدن کو خشک کرنا یا نہ کرنا۔ اس پر حضرت علیؓ سے روایت ہے: (أَنَّهُ توضَّأَ ثمَّ لم يَمسحْهُ حتَّى دَخَلَ في الصَّلاةِ) (آثار الصحابة في أبواب الطهارة، آل الشيخ، ص: 114)

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے: (أنَّهُ كانَ يمسَحُ وجهَهُ بيدَيهِ بعدَ الوُضوءِ) (آثار الصحابة في أبواب الطهارة، آل الشيخ، ص: 116) ان تمام آثار کو سامنے رکھ کر صحابہ کے رجحانات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ پھر ان اقوال کو فقہی مذاہب کے دلائل کے ساتھ ملایا گیا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو کہ کس صحابی کا مسلک ان آثار کے زیادہ قریب ہے۔ مثلاً امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اعضا کو نہ پونچھنا افضل ہے، جو کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے اثر سے زیادہ قریب ہے۔

اسی طرح، اس مقالے میں یہ پہلو بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ اگر ایک ہی صحابی سے مختلف فیہ اقوال منقول ہوں، تو ان میں تطبیق دی جائے یا کسی ایک کو ترجیح دی جائے اور اس کا معیار کیا ہو۔ مثلاً حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے وضو کے بعد خشک کرنے اور نہ کرنے دونوں اقوال منقول ہیں، تو ان میں ترجیح ان آثار کو دی گئی جن کی سند اور روایت کا سیاق زیادہ قوی ہے۔

یہی موازناتی طرز تحقیق ایک عام فہرستی تحقیق کو علمی سطح پر ممتاز بناتا ہے، کیونکہ محض نقلِ اقوال اور تحقیقِ سند کافی نہیں ہوتا، جب تک اس کے پیچھے فقہی فہم اور اجتہادی تجزیہ نہ ہو۔ اس مقالے کی یہ خوبی اسے آل الشیخ کے مقالے سے واضح طور پر ممتاز کرتی ہے۔

فقہی مصادر سے استفادہ میں کمی

آل الشیخ کے مقالے کی ایک اور اہم علمی کمزوری یہ ہے کہ اس میں فقہی مصادر سے استفادہ بہت محدود ہے۔ مقالہ عمومی طور پر حدیثی کتب جیسے مسند أحمد، السنن الأربعة، صحیح ابن خزیمة، اور مصنّف ابن أبي شيبة وغیرہ پر انحصار کرتا ہے، جن میں آثارِ صحابہ کا ذخیرہ تو موجود ہے لیکن فقہی استنباط و تطبیق کی جہت نسبتاً کمزور ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقالے میں صرف آثار کی نقل، ان کی اسناد کی تحقیق، اور کبھی کبھار فقہی اشارات پر اکتفا کیا گیا ہے، جبکہ ان آثار کی فقہی حیثیت یا ان سے مرتب ہونے والے عملی احکام پر گفتگو نہایت محدود ہے۔ مثلاً آل الشیخ نے اثر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: (كَانَ يَغْسِلُ مَا أَصَابَ مِنَ الْمَنِيِّ، ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى النَّاسِ فِي ذَلِكَ الثَّوْبِ وَيُصَلِّي فِيهِ)[30] کو ذکر کیا ہے مگر اس سے فقہی استنباط یا اس پر محدثین و فقہاء کے اقوال کا جائزہ پیش نہیں کیا۔

اس کے بر خلاف اس مقالے میں فقہی مصادر سے گہرا استفادہ کیا گیا ہے۔ ہر اثر کے بعد یہ واضح کیا گیا ہے کہ صحابہ نے اس سے کیا استدلال کیا اور کن دلائل کی بنیاد پر کس موقف کو اختیار یا ترک کیا۔

اس تحقیق میں نہ صرف فقہی اختلاف بیان کیا گیا ہے بلکہ ہر فریق کے اصولی منہج، اثر سے استدلال کی نوعیت اور اس کے رد و قبول کے معیار کو بھی سامنے لایا گیا ہے۔ نیز، مصادر کا حوالہ دینا محض مقالہی وزن کے لیے نہیں، بلکہ اس کا مقصد ہر اثر کو اس کی عملی اور اجتہادی قدر و قیمت کے ساتھ پیش کرنا ہے تاکہ قاری نہ صرف اثر کی سندی حیثیت کو سمجھے بلکہ اس کی فقہی افادیت سے بھی واقف ہو۔

[30] مصنف ابن أبي شيبة، 112/1، رقم:1293،آل الشيخ، آثار الصحابة في أبواب الطهارة، ص: 337

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

آثار کی اصولی ابحاث کے ساتھ ربط کی کمی

آثارِ صحابہ کی علمی تحقیق میں یہ نہایت ضروری ہے کہ ان کی اصولی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی جائے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ آیا کس اثر کو بطور دلیل استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور اگر کیا جا سکتا ہے تو کن حدود کے اندر؟ آل الشیخ کا مقالہ اگرچہ آثار کو جمع کرنے، ان کی اسنادی جانچ اور جزوی فقہی اشاروں تک محدود رہتا ہے، لیکن ایک بنیادی کمی یہ ہے کہ ان آثار کو اصول الحدیث اور اصول الفقہ کے معیار پر پرکھنے کا منہج اختیار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ یہ واضح نہیں ہو پاتا کہ جس اثر کو پیش کیا گیا ہے وہ "قولِ صحابی" ہے، "فعلِ صحابی"، یا "تقریرِ صحابی"؟ ان میں سے کون سی قسم حجت ہے اور کون سی نہیں؟ مثلاً آل الشیخ نے باب "ماجاء في مسّ الذكر" میں سیدنا ابن عمرؓ سے منقول اثر ذکر کیا ہے:(قَالَ ابْنُ عُمَرَ: إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ) (آل الشيخ، 1423ھ، ص 78)لیکن اس اثر کی نوعیت کو واضح نہیں کیا گیا کہ یہ "قولٌ مجرّد" ہے یا "روایتِ موقوف"۔ نیز یہ بھی واضح نہیں کہ کیا اس پر سکوتی اجماع ہوا یا نہیں؟ نتیجتاً یہ تعین نہیں ہو پاتا کہ آیا اس اثر کو بطور دلیل استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

اس کے برخلاف اس تحقیق کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ ہر اثرِ صحابی کو اصولی زاویے سے جانچا گیا ہے۔ ہم نے سب سے پہلے یہ تعین کیا ہے کہ اثر کی نوعیت کیا ہے۔ پھر اصول فقہ کی روشنی میں یہ تحقیق کی گئی ہے کہ آیا یہ حجت ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر، اگر کسی صحابی کا قول پایا جاتا ہے تو کیا وہ اجماعی سکوت کے ساتھ مقبول ہے؟ کیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف تو نہیں؟ اسی طرح اگر وہ فعل ہے تو کیا وہ مجتہد کی رائے ہے یا عادت؟ ان تمام امور پر اصولی مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔

اس اصولی منہج سے دو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں: اول یہ کہ ہر اثر کو اس کے صحیح علمی سیاق میں رکھا جا سکتا ہے اور اس سے صحیح استدلال ممکن ہوتا ہے؛ دوم یہ کہ فقہی اختلافات کی اصل بنیاد واضح ہو جاتی ہے، کہ صحابہ کرام نے کس اثر کو قبول یا رد کیوں کیا؟ کیا اس کا اصولی جواز تھا یا نہیں؟ ہماری تحقیق ان کو اجاگر کرتی ہے اور اس طرح ہماری تحقیق نہ صرف آثار کی جمع و تحقیق تک محدود ہے بلکہ ان کی اصولی و استدلالی قدر و منزلت کو بھی سامنے لاتی ہے، جو آل الشیخ کی تحقیق میں ایک نمایاں خلا ہے۔

عصری مسائل سے عدم ربط

آثارِ صحابہ کا مطالعہ اگر صرف ماضی کی ایک علمی روایت کے طور پر کیا جائے تو وہ تحقیق محض تاریخی حیثیت رکھتی ہے اور امت کو درپیش موجودہ مسائل کے حل میں کوئی قابلِ عمل رہنمائی فراہم نہیں کر سکتی۔ آل الشیخ کے مقالے میں یہی کمی نمایاں ہے کہ آثار کو صرف حدیثی ذخیرے کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ ان آثار کا جدید عصری سیاق سے کوئی ربط نہیں جوڑا گیا، بالخصوص وہ مسائل جو آج کے دور میں طہارت کے باب میں سامنے آ رہے ہیں جیسے کیمیکل اشیاء کے استعمال سے وضو یا غسل کی صحت، سینیٹری نیپکن کے فقہی احکام، میڈیکل آلات کی موجودگی میں طہارت کا طریقہ، یا مکینیکل ذرائع سے بہنے والے پانی کے حکم پر اجتہادی روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے ان تمام پہلوؤں سے مقالہ خاموش ہے۔ مثلاً آل الشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ اثر ذکر کیا: (عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (آل الشيخ، آثار الصحابة، ص 213، رقم الأثر: 76)لیکن اس روایت کی روشنی میں آج کے سینیٹری نیپکن یا ان کے متعلقات پر کوئی اجتہادی تطبیق پیش نہیں کی گئی۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس کے برعکس اس تحقیق میں آثارِ صحابہ کو صرف علمی ذخیرہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا گیا بلکہ ان کو موجودہ فقہی ضروریات سے جوڑنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اس تحقیق میں اس پہلو پر کام کیا ہے کہ اگر کسی اثر میں کسی صحابی کا طہارت کے بارے میں اجتہادی موقف موجود ہے، تو اسے آج کے جدید مسائل پر کیسے منطبق کیا جا سکتا ہے؟ مثال کے طور پر، اگر کسی صحابی نے پانی کی قلت کے وقت طہارت کی کوئی مخصوص شکل اختیار کی تھی، تو کیا اسی اصول کو آج کے مصنوعی ذرائع سے طہارت حاصل کرنے پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح، بعض آثار میں خواتین کے مخصوص مسائل کا تذکرہ موجود ہے، جنہیں ہم نے سینیٹری نیپکن یا جدید طبی آلات کے ضمن میں اجتہادی رہنمائی کے لیے بنیاد بنایا۔

اس روش سے یہ تحقیق نہ صرف علمی دنیا میں اثر انگیز ثابت ہوگی بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے عملی رہنمائی کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ اس مقالے میں آثار کو ماضی کے جامد نقوش کے بجائے ایک زندہ روایت کے طور پر دیکھا ہے، جو ہر دور میں اجتہادی بصیرت کا سرچشمہ بن سکتی ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو آل الشیخ کے کام سے اس تحقیق کو ممتاز اور مفید تر بناتا ہے۔

تحقیقی اسلوب کی یکسانیت

آل الشیخ کا مقالہ اگرچہ آثارِ صحابہ کو یکجا کرنے کے لحاظ سے قابلِ قدر کوشش ہے، تاہم اس میں تحقیقی اسلوب کا تنوع نظر نہیں آتا۔ عام طور پر ہر اثر کے تحت صرف اس کی سندی حیثیت بیان کی گئی ہے اور پھر اس کا متن درج کر دیا گیا ہے، جس سے قاری کو محض ایک راویاتی انداز سے سابقہ پڑتا ہے۔ نہ کسی اثر کے اصولی پہلو پر بحث ہوتی ہے، نہ فقہی دلالت کی گہرائی میں جایا جاتا ہے۔ نتیجتاً، علمی استفادہ ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھتا اور قاری ایک ہی طرز کی تکرار سے بسا اوقات اکتاہٹ محسوس کرتا ہے۔ مثلاً آل الشیخ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا: (كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ يَغْسِلُ الرِّجْلَيْنِ فِي ٱلْوُضُوءِ، وَلَا يَمْسَحُ عَلَيْهِمَا) (آثار الصحابة في أبواب الطهارة، آل الشيخ، ص: 289)

اس کے برعکس اس تحقیق میں نہ صرف آثار کو جمع کیا گیا ہے بلکہ ہر اثر پر اس کے محل کے لحاظ سے ایک متنوع علمی انداز اپنایا گیا ہے۔ کہیں اثر کی اصولی دلالت پر گفتگو کی ہے، کہیں صحابہ کرام کے مابین تقابل پیش کیا ہے، کہیں کسی مسئلے پر صحابہ کی آراء سے تطبیق دی ہے اور بعض جگہ عملی زندگی پر اس اثر کے براہِ راست اطلاق کو واضح کیا ہے۔

یہ تحقیقی تنوع نہ صرف مطالعے میں دلچسپی کو برقرار رکھتا ہے بلکہ علمی سطح پر قاری کی بصیرت میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ ہماری کوشش رہی ہے کہ ہر اثر کو اس کے فنی اور عملی دونوں پہلوؤں سے دیکھا جائے، تاکہ وہ ایک مجرد نص کی بجائے ایک زندہ اور مربوط فکری بنیاد بنے۔ یہی تنوع اور فکری جہتیں اس تحقیق کو آل الشیخ کے کام پر علمی برتری عطا کرتی ہیں۔

نتیجہ کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ "احکام طہارت اور آثار صحابہ" اگرچہ ایک مضبوط حدیثی بنیاد رکھتا ہے اور آثارِ صحابہ کو جمع و ترتیب دینے میں محقق نے محنت سے کام کیا ہے، مگر تحقیق کا دائرہ محدود ہونے کی وجہ سے وہ اثرات اپنے فقہی اور اصولی پہلوؤں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نیز، معاصر مسائل سے ربط، فقہی تطبیق اور علمی تنوع جیسی جہات کی عدم موجودگی اسے صرف ایک روایت نگاری کا کام بنا دیتی ہے۔ اس کے برخلاف، یہ تحقیق "احکام طہارت اور آثار صحابہ" صرف سند و متن تک محدود نہیں، بلکہ ہر اثر کو اصولی، فقہی، تطبیقی اور تقابلی زاویوں سے جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آثار کو معاصر مسائل سے جوڑ کر پیش کیا ہے، صحابہ کے مابین اختلافات کی

روشنی میں تجزیہ کیا ہے اور ان اثرات کو صرف علمی مواد کے طور پر نہیں بلکہ فقہی رہنمائی کی عملی اساس کے طور پر واضح کیا ہے۔ یہی تنوع، گہرائی اور اجتہادی بصیرت اس تحقیق کو نہ صرف منفرد بناتے ہیں بلکہ جدید علمی ضروریات سے ہم آہنگ بھی کرتے ہیں۔

"آثار الصحابة فی البیوع والأقضیة"

یہ بندر بن عبدالوہاب العامر کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے، جو انہوں نے دکتور موفق بن عبداللہ بن عبدالقادر کی زیر نگرانی مکمل کیا ہے۔ مذکورہ مقالہ جامعہ ام القریٰ کے کلیہ الدعوۃ واصول الدین کے کتاب والسنہ فیکلٹی سے 1430ھ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے منظور کیا گیا۔ اس مقالے میں کتاب البیوع اور ادب القاضی سے متعلق آثار صحابہ کو جمع کر کے ان کے اسانید کی تحقیق کا اہتمام کیا گیا ہے۔ البتہ فقہی حوالے سے ان آثار کی تشریح کا اہتمام نہیں کیا گیا۔

فقہی آثارِ صحابہ کی تدوین و تحقیق کے میدان میں بندر بن عبدالوہاب العامر کا پی ایچ ڈی مقالہ "آثار الصحابة فی البیوع والأقضیة" ایک اہم علمی کاوش ہے۔ اس مقالے میں بیوع واقضیہ سے متعلق آثار کو جمع کر کے سندی تحقیق کا اہتمام کیا گیا ہے۔

فقہی ابواب کا تجزیاتی تعارف

بندر العامر کا مقالہ "آثار الصحابة فی البیوع والأقضیة" اگرچہ مقالہ البیوع اور ادب القاضی جیسے اہم فقہی ابواب کو ترتیب دے کر صحابہ کرامؓ کے اقوال و آثار یکجا کرنے کی ایک عظیم کوشش ہے، مگر اس میں ابواب کا تجزیاتی، اصولی اور تاریخی تعارف مفقود ہے۔ ہر باب محض عنوان کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے تحت آثار کی فہرست دی گئی ہے، لیکن ان ابواب کی فقہی اہمیت، تاریخی پس منظر، نزولِ تشریع کے مراحل سے تعلق یا ائمۂ فقہ کی بحث میں اس کی معنویت جیسے علمی نکات پر کوئی گفتگو نہیں کی گئی۔

مثال کے طور پر "باب: النهي عن بيع الغرر" میں حضرت ابوہریرہؓ کے قول: (نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ)[31] کو نقل تو کیا گیا ہے، مگر نہ یہ بیان کیا گیا کہ "غرر" کی نوعیت کیا ہے، نہ اس کا تطبیقی پس منظر اور نہ ہی صحابہ کے استنباطی طریقے پر کوئی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سے تحقیقی فہم کا خلا باقی رہتا ہے اور قاری محض روایتوں کے انبار کے ساتھ رہ جاتا ہے۔

اس کے برخلاف یہ تحقیق "احکام طہارت اورآثار الصحابہ" میں ہر فقہی باب (مثلاً: باب الماء، باب الآنیہ، باب الاستنجاء، باب التیمم) کے آغاز پر باقاعدہ ایک تعارفی و تجزیاتی تمہید دی گئی ہے۔

ان مقدمات نے ہر باب کو صرف عنوان نہیں رہنے دیا بلکہ اسے ایک فکری، اصولی اور استنباطی مباحث کی شکل دے دی، جس سے قاری نہ صرف آثار کا متن سمجھتا ہے بلکہ اس کے سیاق وسباق کو بھی گہرائی سے محسوس کرتا ہے۔ یہی انداز تحقیق کو جامع، معیاری اور علمی لحاظ سے برتر بناتا ہے۔

---

[31] بندر العامر، ص: 37

روایت اور درایت کا امتزاج نہ ہونا

بندر العامر کا ایم فل مقالہ "آثار الصحابة فی البیوع و الأقضیة" عمومی طور پر روایتی اسلوب پر مبنی ہے، جہاں ہر اثر کی صرف تخریج، رجالِ سند، اور صحتِ روایت پر بات کی گئی ہے۔ تاہم، درایتی جہت، یعنی صحابی کے قول کا لغوی تجزیہ، سیاق و سباق، مفہوم کی وضاحت، اور فقہی استنباط جیسی ابحاث یا تو سرے سے موجود نہیں یا نہایت سرسری انداز میں کی گئی ہیں۔

مثال کے طور پر، حضرت عمرؓ کا مشہور قول جو باب الغرر میں آیا ہے: (دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ) (بندر العامر، ص: 41) کار روایت اور درایت دونوں کو یکجا کر کے آثارِ صحابہ کو نہ صرف محفوظ علمی میراث کے طور پر، بلکہ فقہی اجتہاد کا عملی سرچشمہ بنانے میں کامیاب ہوا ہے، جب کہ بندر العامر کا مقالہ اس پہلو سے علمی خلا رکھتا اس اثر کی سند کی تحقیق تو کی گئی، لیکن "ریب" کی لغوی و شرعی تعریف، اس قول کے نفسیاتی اور اخلاقی پہلو، یا بیوع کے باب میں اس کے اطلاق کی وضاحت نہیں کی گئی۔ نہ ہی دیگر صحابہ کے فہم سے اس کی تطبیق کی گئی ہے۔ نتیجتاً، یہ آثار صرف روایت کا ذخیرہ بن کر رہ جاتے ہیں، استنباطی فقہ کا ذریعہ نہیں بن پاتے۔ اس تحقیق "اَحکام طہارت اور آثار صحابہ" میں روایت اور درایت کا امتزاج شعوری طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ ہر اثر کے تحت: پہلے اس کی سند، رجال، اور درجۂ صحت بیان کیا گیا ہے، پھر اسی اثر کا لغوی و اصطلاحی تجزیہ پیش کیا گیا ہے، اس کے بعد سیاق و سباق کے ساتھ صحابی کی مراد کو واضح کیا گیا ہے اور آخر میں دیگر اقوالِ صحابہ یا فقہاء سے اس کا تقابل کیا گیا ہے تاکہ مفہوم کے مختلف رخ سامنے آسکیں، راقم کا طریق ہے۔

تحقیقی ذرائع اور مصادر کی وسعت کی کمی

بندر بن محمد بن عبد اللہ العامر کے ایم فل مقالہ "آثار الصحابة في البیوع و الأقضیة" میں آثارِ صحابہ کی تخریج عام طور پر روایتی اور مشہور مصادر تک محدود رکھی گئی ہے، جیسے: صحاح ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)، سنن دار قطنی، مسند احمد، اور بعض دیگر مشہور مجموعے۔ تاہم اس تحقیقی دائرے میں چند اہم مصادر جن سے صحابہ کے نادر آثار دستیاب ہوتے ہیں، نظر انداز ہوئے یا ان کا استعمال بہت جزوی اور ناپختہ رہا، مثلاً: مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، جامع ابن وھب وغیرہ، ان میں سے بعض کتب کو صرف حوالہ جات کے لیے استعمال کیا گیا ہے، جبکہ ان میں موجود اسناد کی تفصیل، طرقِ حدیث، یا متون کی تقابلی حیثیت کو مکمل نظر انداز کر دیا گیا۔

راقم نے اپنے مقالہ "احکام طہارت اور آثار صحابہ" میں آثار کی تخریج اور تجزیے میں مصادر کی وسعت اور ندرت کو شعوری طور پر ترجیح دی، مثلاً: مصنف عبد الرزاق سے وہ آثار نکالے جو کتب ستہ میں نہیں تھے، جیسے حضرت علیؓ کے وضو سے متعلق اقوال، مصنف ابن ابی شیبہ میں بعض آثار کے متعدد طرق کی نشان دہی کی گئی، جامع ابن وھب جیسے کم معروف ماخذ سے بھی توثیق کے شواہد فراہم کیے گئے وغیرہ۔

اس وسعتِ مصادر سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے: آثار کی درایت و روایت دونوں پہلوؤں میں پختگی آئی، بعض متون کی متابعت و شواہد کی بنیاد پر نئی تحقیقی توثیق ممکن ہوئی، تحقیق کو صرف روایت نہیں بلکہ اجتہادی استدلال کی سطح تک پہنچایا گیا۔

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بندر العامر کی تحقیق جہاں محدود مصادر تک مقید ہے، وہاں یہ تحقیق ندرت، جامعیت اور ماخذی گہرائی کے ذریعے آثارِ صحابہ کے فہم کو علمی درجہ پر لے جاتی ہے، جو جدید تحقیقی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔لہٰذا "آثار الصحابة فی البیوع والأقضیة" ایک عمدہ علمی خدمت ہے، مگر یہ سندی تحقیق تک محدود رہنے کے باعث فقہی گہرائی اور اصولی تنوع سے محروم ہے۔راقم کا مقالہ "احکام طہارت اورآثار صحابہ" صرف روایت کی تحقیق تک محدود نہیں بلکہ فقہ، اصول اور عملی استدلال کے میدان میں بھی بھرپور تقابل ظاہر کرتا ہے کہ یہ کام فقہی آثار کے جدید تحقیقی معیار پر مکمل، مؤثر اور بصیرت افروز ہو۔

نتائج:

* احکامِ دینیہ کو سمجھنے میں آثارِ صحابہ سے استدلال واستنباط انتہائی مؤثر ہے۔
* شرعی احکام کے اصل مآخذ قرآن وسنت ہیں، مگر آثارِ صحابہ سے قرآن وسنت کے معانی متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔
* نماز کے بہت سے مسائل میں اختلافات کا حل آثارِ صحابہ کی روشنی میں کیا جاسکتا ہے۔
* نماز کے عمومی مسائل میں آثارِ صحابہ کا وافر مقدار میں موجود ہونا، اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔
* تجارت اور بیوع کے مسائل میں فقہاء صحابہ کی آراء واقوال جدید معاشی مسائل کو حل کرنے میں معاون ہیں۔
* آثارِ صحابہ کے موضوع پر فقہی موضوعاتی ترتیب سے بھی محققین کی عمدہ خدمات موجود ہیں۔
* آثارِ صحابہ پر کئی اہم مجموعات اور انسائیکلوپیڈیاز بھی ترتیب دیے گئے ہیں۔

مصادرومراجع

* ابن حجر ، شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی ،852ھ، نزھۃ النظر، دارالکتب العلمیۃ،بیروت،2004ء
* ابوداود، امام، سلیمان بن اشعث السجستانی، 275ھ،السنن لابی داؤد، دار السلام ،الریاض،ط 1999ء
* افریقی، أبو الفضل ، جمال الدین ،ابن منظور،محمد بن مکرم بن علی ، لسان العرب،دار صادر،بیروت، ط1414ھ
* بندر بن عبدالوھاب ، العامر ، آثار الصحابة فی البیوع والأقضیة، 1430ھ ، جامعہ ام القرٰی ، مکہ مکرمہ ، سعودی عرب
* حاکم، ابوعبداللہ، محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری،405ھ،المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیة ،بیروت ،ط1411ھ
* خطیب ،حافظ، أبو بکر أحمد بن علي بن ثابت الخطیب البغدادي ، الکفایہ فی علم الروایۃ ،463ھ، دار الغرب الإسلامي ،بیروت ،2002ء
* سیوطی ، امام ،جلال الدین ،عبد الرحمن بن أبي بکر، 911ھ ، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبۃ الریاض، س، ن
* صحیح البخاري (الجامع الصحیح)، لأبي عبداللہ محمد بن إسماعیل البخاري - تحقیق الدکتور مصطفی دیب البُغا - دار ابن کثیر - ط الخامسة - 1414ھ.
* الطحاوی ، ابوبکر، مشکل الآثار،
* عبداللہ بن محمد بن منصور،آل الشیخ، آثار الصحابة في أبواب الطھارة، جامعہ ام القرٰی ، مکہ مکرمہ ، سعودی عرب
* محمود الطحان ، دکتور، تیسیر مصلح الحدیث، مکتبہ قدوسیہ، لاہور،2013، پاکستان
* المصنف في الأحادیث والآثار، لأبي بکر عبداللہ بن محمد بن أبي شیبة الکوفي، دار النشر: مؤسسة فؤاد بعینو - 1416، ط الأولی، تحقیق: حمد الجمعة، ومحمد اللحیدان.
* المصنف، لعبدالرزاق بن همام الصنعاني، دار النشر: المکتب الإسلامي - بیروت - 1403، ط الثانیة، تحقیق: حبیب الرحمن الأعظمي.